ہم جس طرف
بُلاتے ہیں

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

منشورات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم جس چیز کی طرف بلاتے ہیں، وہ یہ ہے کہ [آپ] ان ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ادا کریں، جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے [آپ] پر عائد ہوتی ہیں۔ آپ صرف اتنا کہہ کر نہیں چھوٹ سکتے کہ: ''ہم مسلمان ہیں اور ہم نے خدا کو اور اس کے دین کو مان لیا''۔ بلکہ جب آپ نے خدا کو اپنا خدا اور اس کے دین کو اپنا دین مانا ہے، تو اس کے ساتھ آپ پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، جن کا آپ کو شعور ہونا چاہیے، جن کے ادا کرنے کی آپ کو فکر ہونی چاہیے۔ اگر آپ انھیں ادا نہ کریں گے تو اس کے وبال سے نہ دنیا میں چھوٹ سکیں گے، نہ آخرت میں۔

مسلمانوں کی ذمہ داریاں

وہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ وہ صرف یہی نہیں ہیں کہ آپ: خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں۔ وہ صرف اتنی بھی نہیں ہیں کہ آپ: نماز پڑھیں، روزہ رکھیں، حج کریں اور زکوٰۃ دیں۔ وہ صرف اتنی بھی نہیں ہیں

کہ آپ نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ معاملات میں اسلام کے مقرر کیے ہوئے ضابطے پر عمل کریں۔ بلکہ ان سب کے علاوہ ایک بڑی اور بہت بھاری ذمہ داری آپ پر یہ بھی عائد ہوتی ہے کہ آپ تمام دنیا کے سامنے اُس حق کے گواہ بن کر کھڑے ہوں، جس پر آپ ایمان لائے ہیں۔ مسلمان کے نام سے آپ کو ایک مستقل امت بنانے کی واحد غرض جو قرآن میں بیان کی گئی ہے، وہ یہی ہے کہ آپ تمام بندگانِ خدا پر شہادتِ حق کی حُجّت پوری کر دیں:

'اور اسی طرح تو ہم نے تمھیں ایک 'اُمتِ وَسَط' بنایا ہے، تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو' (البقرہ ۲ : ۱۴۳)

امتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود

یہ آپ کی امت کا عین مقصدِ وجود ہے جسے آپ نے پورا نہ کیا تو گویا اپنی زندگی ہی اکارت گنوادی۔ یہ آپ پر خدا کا عائد کیا ہوا فرض ہے، کیونکہ خدا کا حکم یہ ہے کہ: يٰـاَيُّهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ [النساء ۴ : ۱۳۵] 'اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اور یہ نرا حکم ہی نہیں، بلکہ تاکیدی حکم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ [البقرہ ۲ : ۱۴۰] 'اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا، جس کے ذمے اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے؟' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس فرض کو انجام نہ دینے کا نتیجہ کیا ہے؟ آپ سے پہلے اس گواہی کے کٹہرے میں یہودی کھڑے کیے گئے تھے، مگر انھوں نے کچھ تو حق کو چھپایا اور کچھ حق کے خلاف گواہی دی۔ اور فی الجملہ حق کے

نہیں بلکہ باطل کے گواہ بن کر رہ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انھیں دھتکار دیا اور ان پر وہ پھٹکار پڑی کہ:

ذلت وخواری اور پستی و بدحالی ان پر مسلط ہوگئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے۔
(البقرہ ۲:۶۱)

شہادتِ حق

یہ شہادت جس کی ذمّہ داری آپ پر ڈالی گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جو حق آپ کے پاس آیا ہے، جو صداقت آپ پر منکشف کی گئی ہے، آپ دنیا کے سامنے اس کے حق اور صداقت ہونے پر اور اس کے راہِ راست ہونے پر گواہی دیں۔ ایسی گواہی جو اس کے حق اور راستی ہونے کو مُبرہَن [ثابت] کر دے اور دنیا کے لوگوں پر دین کی حجّت پوری کر دے۔ اسی شہادت کے لیے انبیاء علیہم السّلام دنیا میں بھیجے گئے تھے، اور اس کا ادا کرنا ان پر فرض تھا۔ پھر یہی شہادت تمام انبیاء کے بعد ان کی اُمتوں پر فرض ہوتی رہی، اور اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ فرض امتِ مسلمہ پر بحیثیت مجموعی اُسی طرح عائد ہوتا ہے، جس طرح حضورؐ پر آپ کی زندگی میں شخصی حیثیت سے عائد تھا۔

شہادت کی اہمیت

اس گواہی کی اہمیّت کا اندازہ اس سے کیجیے، کہ نوعِ انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے باز پُرس اور جزا وسزا کا جو قانون مقرر کیا ہے، اُس کی ساری بنیاد ہی اس گواہی پر ہے۔

اللہ تعالیٰ، حکیم و رحیم اور قائم بالقسط ہے۔ اس کی حکمت و رحمت اور اس کے انصاف سے یہ بعید ہے کہ لوگوں کو اس کی مرضی نہ معلوم ہو اور وہ انھیں اس بات پر پکڑے کہ وہ اس کی مرضی کے خلاف چلے۔ لوگ نہ جانتے ہوں کہ راہِ راست کیا ہے اور وہ اُن کی کج روی پر ان سے مواخذہ کرے۔ لوگ اس سے بے خبر ہوں کہ اُن سے کس چیز کی باز پرس ہونی ہے اور وہ انجانی چیز کی اُن سے باز پرس کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آفرینش کی ابتدا ہی ایک پیغمبر سے کی اور پھر وقتاً فوقتاً بے شمار پیغمبر بھیجے، تاکہ وہ نوعِ انسانی کو خبردار کریں کہ: تمھارے معاملے میں تمھارے خالق کی مرضی یہ ہے۔ تمھارے لیے دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے، یہ رویہ ہے جس سے تم اپنے مالک کی رضا کو پہنچ سکتے ہو۔ یہ کام ہیں جو تم کو کرنے چاہییں۔ یہ کام ہیں جن سے تم کو بچنا چاہیے، اور یہ امور ہیں جن کی تم سے باز پرس کی جائے گی۔

امت پر اتمام حجّت

یہ شہادت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے دلوائی، اس کی غرض قرآن مجید میں صاف صاف یہی بتائی گئی ہے، کہ لوگوں کو اللہ پر یہ حجّت قائم کرنے کا موقع باقی نہ رہے کہ ہم بے خبر تھے اور آپ ہمیں اس چیز پر پکڑتے ہیں جس سے ہم کو خبردار نہ کیا گیا تھا:

یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجّت نہ رہے
(النساء، ۴ : ۱۶۵)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حجّت اپنے اوپر سے اتار کر پیغمبروں پر ڈال دی، اور پیغمبر اس اہم ذمہ داری کے منصب پر کھڑے کر دیے گئے، کہ اگر وہ شہادتِ حق کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کر دیں تو لوگ اپنے اعمال پر خود باز پُرس کے مستحق ہوں، اور اگر ان کی طرف سے ادائے شہادت میں کوتاہی ہو تو لوگوں کی گمراہی کا مواخذہ پیغمبروں سے کیا جائے۔ دوسرے الفاظ میں پیغمبروں کے منصب کی نزاکت یہ تھی کہ یا تو وہ حق کی شہادت ٹھیک ٹھیک ادا کر کے لوگوں پر حجت قائم کریں، ورنہ لوگوں کی حجت الٹی ان پر قائم ہوگی، کہ خدا نے حقیقت کا جو علم آپ حضرات کو دیا تھا وہ آپ نے ہمیں نہ پہنچایا اور جو صحیح طریق زندگی اس نے آپ کو بتایا تھا وہ آپ نے ہمیں نہ بتایا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے اوپر اس ذمہ داری کے بار کو شدّت کے ساتھ محسوس کرتے تھے اور اس بنا پر انھوں نے اپنی طرف سے حق کی شہادت ادا کرنے اور لوگوں پر حجت تمام کر دینے کی جان توڑ کوششیں کیں۔

کوتاہی پر مواخذہ

پھر انبیاء کے ذریعے سے جن لوگوں نے حق کا علم اور ہدایت کا راستہ پایا، وہ ایک اُمّت بنائے گئے اور وہی منصبِ شہادت کی ذمہ داری، جس کا بار انبیاء پر ڈالا گیا تھا، اب اس امت کے حصّے میں آئی۔ انبیاء کی قائم مقام ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ مقام قرار پایا کہ اگر یہ امّت شہادت کا حق ادا کر دے اور لوگ درست ہوں تو یہ اجر پائے گی، اور [انکار کرنے والے] لوگ پکڑے جائیں گے۔ یہ [امت] حق کی شہادت دینے میں کوتاہی کرے، یا حق کے بجائے الٹی باطل کی شہادت دینے لگے تو لوگوں سے پہلے یہ پکڑی جائے

گی۔اس سے خوداس کے اعمال کی باز پُرس بھی ہوگی اوراُن لوگوں کے اعمال کی بھی' جواس کے صحیح شہادت نہ دینے یا غلط شہادت دینے کی وجہ سے گمراہ اور مفسد اور غلط کار رہے۔

ہم جس طرف بلاتے ہیں

یہ ہے شہادتِ حق کی وہ نازک ذمّہ داری جو مجھ پر، آپ پر اوران سب لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جو اپنے کو امتِ مسلمہ کہتے ہیں اور جن کے پاس خدا کی کتاب اوراس کے انبیاء کی ہدایت پہنچ چکی ہے۔اب دیکھیے کہ اس شہادت کے ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

شہادتیں دوطرح کی ہوتی ہیں:ایک قولی شہادت، دوسرے عملی شہادت۔

قولی شہادت

'قولی شہادت' کی صورت یہ ہے کہ زبان اور قلم سے دنیا پراس حق کو واضح کریں جو انبیاء کے ذریعے ہمیں پہنچا ہے۔سمجھانے اوردل نشین کرنے کے جتنے طریقے ممکن ہیں ان سب سے کام لے کر، تبلیغ و دعوت اورنشرواشاعت کے جتنے ذرائع ممکن ہیں ان سب کو استعمال کر کے، علوم وفنون نے جس قدر موادفراہم کیا ہے وہ سب اپنے ہاتھ میں لے کر ہم دنیا کواس دین کی تعلیم سے روشناس کریں' جوخدا نے انسان کے لیے مقرر کیا ہے۔

فکرو اعتقاد میں، اخلاق وسیرت میں، تمدّن ومعاشرت میں، کسبِ معاش اور لین دین میں، قانون اورنظمِ عدالت میں، سیاست اور تدبیرِ مملکت میں اور بین الانسانی معاملات

کے تمام دوسرے پہلوؤں میں، اس دین نے انسان کی رہنمائی کے لیے جو کچھ پیش کیا ہے، اسے ہم خوب کھول کھول کر بیان کریں۔ دلائل اور شواہد سے اس کا حق ہونا ثابت کردیں اور جو کچھ اس کے خلاف ہے اس پر معقول تنقید کر کے بتائیں کہ اس میں کیا خرابی ہے؟

اس 'قولی شہادت' کا حق ادا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ امت مجموعی طور پر ہدایتِ خلق کے لیے اُسی طرح فکرمند نہ ہو، جس طرح انبیاء علیہم السلام انفرادی طور پر اس کے لیے فکرمند رہا کرتے تھے۔ یہ حق ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ کام ہماری تمام اجتماعی کوششوں اور سعی و جہد کا مرکزی نقطہ ہو۔ ہم اپنے دل و دماغ کی ساری قوتیں اور اپنے سارے وسائل و ذرائع اس پر لگادیں۔ ہمارے تمام کاموں میں یہ مقصد لازماً ملحوظ رہے۔

عملی شہادت

رہی 'عملی شہادت' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اُن اصولوں کا عملاً مظاہرہ کریں، جن کو ہم حق کہتے ہیں۔

دنیا صرف ہماری زبان ہی سے ان کی صداقت کا ذکر نہ سُنے بلکہ خود اپنی آنکھوں سے، خود ہماری زندگی میں اُن کی خوبیوں اور برکتوں کا مشاہدہ کرے۔ وہ ہمارے برتاؤ میں اس شیرینی کا ذائقہ چکھ لے' جو ایمان کی حلاوت سے انسان کے اخلاق و معاملات میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ خود دیکھ لے کہ اس دین کی راہنمائی میں کیسے اچھے انسان بنتے ہیں کیسی عادل سوسائٹی تیار ہوتی ہے، کیسی صالح معاشرت وجود میں آتی ہے، کس قدر سُتھرا اور

پاکیزہ تمدّن پیدا ہوتا ہے؟ کیسے صحیح خطوط پر علوم وآداب اور فنون کا نشو ونما ہوتا ہے؟ کیسا منصفانہ، ہمدردانہ اور بے نزاع معاشی تعاون رونما ہوتا ہے؟ انفرادی واجتماعی زندگی کا ہر پہلو کس طرح سُدھر جاتا ہے، سنور جاتا ہے اور بھلائیوں سے مالا مال ہو جاتا ہے!

اس شہادت کا حق صرف اس طرح ادا ہو سکتا ہے، کہ ہم فرداً فرداً بھی اور قومی حیثیت سے بھی اپنے دین کی حقانیت پر مُجسّم شہادت بن جائیں۔ ہمارے افراد کا کردار، اس کی صداقت کا ثبوت دے۔ ہمارے گھر اس کی خوشبو سے مہکیں، ہماری دکانیں اور ہمارے کارخانے اس کی روشنی سے جگمگائیں۔ ہمارے ادارے اور ہمارے مدرسے اس کے نور سے منوّر رہوں۔ ہمارا لٹریچر اور ہماری صحافت اس کی خوبیوں کی سند پیش کرے۔ ہماری قومی پالیسی اور اجتماعی سعی و جہد اس کے برحق ہونے کی روشن دلیل ہو۔ غرض ہم سے جہاں اور جس حیثیت میں بھی کسی شخص یا قوم کو سابقہ پیش آئے، وہ ہمارے شخصی اور قومی کردار میں اس بات کا ثبوت پالے کہ جن اصولوں کو ہم حق کہتے ہیں، وہ واقعی حق ہیں اور ان سے فی الواقع انسانی زندگی اصلح اور اعلیٰ وارفع ہو جاتی ہے۔

تکمیلِ شہادت

پھر یہ بھی عرض کر دوں کہ اس شہادت کی تکمیل اگر ہو سکتی ہے تو اُس وقت، جب کہ ایک اسٹیٹ [ریاست] انھی اصولوں پر قائم ہو جائے اور وہ پورے دین کو عمل میں لا کر اپنے عدل وانصاف سے، اپنے اصلاحی پروگرام سے، اپنے حسنِ انتظام سے، اپنے امن سے، اپنے باشندوں کی فلاح و بہبود سے، اپنے حکمرانوں کی نیک سیرت سے، اپنی صالح داخلی

سیاست سے، اپنی راست بازانہ خارجہ پالیسی سے، اپنی شریفانہ جنگ سے اور اپنی وفادارانہ صلح سے ساری دنیا کے سامنے اس بات کی شہادت دے کہ جس دین نے اس اسٹیٹ کو جنم دیا ہے، وہ درحقیقت انسانی فلاح کا ضامن ہے اور اسی کی پیروی میں نوعِ انسانی کی بھلائی ہے۔

یہ شہادت جب ' قولی شہادت ' کے ساتھ مل جائے، تب وہ ذمہ داری پوری طرح ادا ہو جاتی ہے جو امّتِ مسلمہ پر ڈالی گئی ہے۔ تب نوعِ انسانی پر بالکل اتمامِ حجّت ہو جاتا ہے۔ تب ہی ہماری امت اس قابل ہو سکتی ہے کہ آخرت کی عدالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کھڑی ہو کر شہادت دے سکے کہ: جو کچھ حضورؐ نے ہم کو پہنچایا تھا، وہ ہم نے لوگوں تک پہنچا دیا اور اس پر بھی جو لوگ راہِ راست پر نہ آئے وہ اپنی کج روی کے خود ذمہ دار ہیں۔

یہ تو وہ شہادت ہے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں قول و عمل میں دینی چاہیے تھی۔ مگر اب دیکھیے کہ آج ہم فی الواقع شہادت دے کیا رہے ہیں؟

قولی شہادت کا جائزہ

پہلے ' قولی شہادت ' کا جائزہ لیجیے- ہمارے اندر ایک بہت ہی قلیل گروہ ایسا ہے' جو کہیں انفرادی طور پر زبان و قلم سے اسلام کی شہادت دیتا ہے۔ اور اس میں بھی ایسے لوگ شاید انگلیوں پر گِنے جا سکتے ہیں، جو اس شہادت کو اُس طرح ادا کر رہے ہیں جیسا اس کے ادا کرنے کا حق ہے۔ ان تھوڑے سے لوگوں کو اگر آپ الگ کر لیں تو آپ دیکھیں گے کہ

مسلمانوں کی عام شہادت اسلام کے حق میں نہیں، بلکہ اس کے خلاف جارہی ہے:

- ہمارے زمین دار شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کا قانونِ وراثت غلط ہے اور جاہلیت کے رواج صحیح ہیں۔
- ہمارے وکیل اور جج اور مجسٹریٹ شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام کے سارے ہی قوانین غلط ہیں، بلکہ اسلامی قانون کا بنیادی نظریہ ہی قابلِ قبول نہیں ہے۔ صحیح صرف وہ قوانین ہیں جو انسانوں نے وضع کیے ہیں اور انگریزوں کی معرفت ہمیں پہنچے ہیں۔
- ہمارے معلّم اور پروفیسر اور تعلیمی ادارے شہادت دے رہے ہیں کہ فلسفہ وحکمت، تاریخ واجتماعیات، معاشیات وسیاسیات، اور قانون واخلاق کے متعلق وہی نظریات برحق ہیں، جو مغرب کی ملحدانہ تعلیم سے ماخوذ ہیں۔ ان امور میں اسلام کا نقطۂ نظر قابلِ التفات نہیں ہے۔
- ہمارے ادیب شہادت دے رہے ہیں کہ ان کے پاس بھی ادب کا وہی پیغام ہے جو امریکا، انگلستان، فرانس اور روس کے دہری ادیبوں کے پاس ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کے ادب کی سرے سے کوئی مستقل روح ہی نہیں ہے۔
- ہمارا پریس شہادت دے رہا ہے کہ اس کے پاس بھی وہی مباحث اور مسائل اور پروپیگنڈا کے وہی انداز ہیں، جو غیر مسلموں کے پاس ہیں۔
- ہمارے تاجر اور اہلِ صنعت شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام نے لین دین پر جو حدود

قائم کیے ہیں، وہ نا قابلِ عمل ہیں اور کاروبار صرف انھی طریقوں پر ہو سکتا ہے جن پر کفّار عامل ہیں۔

- ہمارے لیڈر شہادت دے رہے ہیں کہ ان کے پاس بھی قومیّت اور وطنیّت کے وہی نعرے ہیں، وہی قومی مقاصد ہیں، قومی مسائل کو حل کرنے کے وہی ڈھنگ ہیں، سیاست اور دستور کے وہی اصول ہیں جو کفّار کے پاس ہیں۔ اسلام نے اس بارے میں کوئی رہنمائی نہیں کی ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔
- ہمارے عوام شہادت دے رہے ہیں کہ ان کے پاس زبان کا کوئی مصرف دنیا اور اس کے معاملات کے سوا نہیں ہے اور وہ کوئی ایسا دین رکھتے ہی نہیں جس کا وہ [اپنی زبان سے] چرچا کریں یا جس کی باتوں میں وہ اپنا کچھ وقت صَرف کریں۔

یہ ہے وہ 'قولی شہادت' جو مجموعی طور پر ہماری پوری امت اس ملک ہی میں نہیں، ساری دنیا میں دے رہی ہے۔

عملی شہادت کا جائزہ

اب عملی شہادت کی طرف آیئے، اس کا حال 'قولی شہادت' سے بدتر ہے۔

بلاشبہ کہیں کہیں کچھ صالح افراد ہمارے اندر ایسے پائے جاتے ہیں، جو اپنی زندگی میں اسلام کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مگر [مسلمانوں کی بڑی اکثریت کا] حال کیا ہے؟ انفرادی طور پر عام مسلمان اپنے عمل میں اسلام کی جو نمایندگی کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ اسلام کے زیرِ اثر

پرورش پانے والے افراد کسی حیثیت سے بھی کفر کے تیار کیے ہوئے افراد سے بلند یا مختلف نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سی حیثیتوں سے ان کی بہ نسبت فروتر ہیں: وہ جھوٹ بول سکتے ہیں، وہ خیانت کر سکتے ہیں' وہ ظلم کر سکتے ہیں' وہ دھوکا دے سکتے ہیں' وہ قول وقرار سے پھر سکتے ہیں' وہ چوری اور ڈاکا زنی کر سکتے ہیں' وہ دنگا فساد کر سکتے ہیں، وہ بے غیرتی اور بے حیائی کے سارے کام کر سکتے ہیں- ان سب بداخلاقیوں میں ان کا اوسط کسی کافر قوم سے کم نہیں ہے۔

پھر ہماری معاشرت، ہمارا رہن سہن، ہمارے رسم ورواج، ہماری تقریبات، ہمارے میلے اور عرس، ہمارے جلسے اور جلوس، غرض ہماری اجتماعی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں ہم اسلام کی کسی حد تک بھی صحیح نمایندگی کرتے ہوں۔ یہ چیز گویا اس بات کی زندہ شہادت ہے کہ اسلام کے پیرو خود ہی اپنے لیے اسلام کے بجائے جاہلیت کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔

ہم مدرسے بناتے ہیں تو علم اور نظامِ تعلیم اور روحِ تعلیم سب کچھ کُفّار سے لیتے ہیں۔ ہم انجمنیں قائم کرتے ہیں تو مقصد، نظام اور طریقِ کار سب کچھ وہی رکھتے ہیں، جو کفار کی کسی انجمن کا ہوسکتا ہے۔ ہماری پوری قوم بحیثیتِ مجموعی کوئی جدوجہد کرنے اٹھتی ہے تو اس کا مطالبہ، اس کی جدوجہد کا طریقہ، اس کی جمعیت کا دستور ونظام، اس کی تجویزیں، تقریریں اور بیانات، سب کچھ ہو بہو کافر قوموں کی جدوجہد کا چربہ [نقل] ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ جہاں ہماری آزاد یا نیم آزاد حکومتیں موجود ہیں، وہاں بھی ہم نے اساسِ حکومت، نظامِ حکومت اور مجموعۂ قوانین کفّار سے لیے لیا ہے۔ اسلام کا قانون بعض حکومتوں میں صرف پرسنل لا [شخصی قانون] کی حد تک رہ گیا ہے اور بعض نے اس کو بھی ترمیم کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

ایک انگریز مصنّف لارنس براؤن نے اپنی کتاب *The Prospects of Islam* میں طعنہ دیا ہے:

> ہم نے جب ہندستان میں اسلام کے دیوانی اور فوجداری قوانین کو دقیانوسی اور ناقابلِ عمل سمجھ کر منسوخ کیا تھا اور مسلمانوں کے لیے صرف اُن کے پرسنل لا کو رہنے دیا تھا تو مسلمانوں کو یہ سخت ناگوار ہوا تھا، کیونکہ اس طرح ان کی پوزیشن وہی ہوئی جاتی تھی جو کبھی اسلام کی حکومت میں ذمّیوں کی تھی۔ لیکن اب صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں نے اسے پسند کرلیا ہے، بلکہ خود مسلمان حکومتوں نے بھی اس معاملے میں ہماری تقلید کی ہے۔ ترکی، البانیا نے تو اس سے تجاوز کر کے قوانینِ نکاح، طلاق و وراثت تک میں بھی ہمارے معیارات کے مطابق 'اصلاحات' کر دی ہیں۔ اب یہ بات کھل گئی ہے کہ مسلمانوں کا یہ تصوّر کہ قانون کا ماخذ ارادۂ الٰہی ہے، ایک مقدس افسانے سے زیادہ کچھ نہ تھا!☆

یہ ہے وہ 'عملی شہادت' جو تمام دنیا کے مسلمان تقریباً متفق ہوکر اسلام کے خلاف دے رہے ہیں۔ ہم زبان سے خواہ کچھ کہیں، مگر ہمارا اجتماعی عمل گواہی دے رہا ہے کہ اس دین کا کوئی طریقہ ہمیں پسند نہیں اور اس کے کسی قانون میں ہم اپنی فلاح ونجات نہیں پاتے۔

حق کو چھپانے کی سزا

یہ کتمانِ حق [حق کو چھپانے] اور یہ شہادتِ زُور [جھوٹ] جس کا ارتکاب ہم کر

☆ Lawrence Browne *The Prospects of Islam* London, 1944. p 31-35

رہے ہیں، اس کے انجام میں بھی ہمیں وہی کچھ دیکھنا پڑا ہے جو ایسے سخت جرم کے لیے قانونِ الٰہی میں مقرر ہے۔

جب کوئی قوم خدا کی نعمت کو ٹھکراتی ہے اور اپنے خالق سے غدّاری کرتی ہے، تو خدا دنیا میں بھی اس کو عذاب دیتا ہے اور آخرت میں بھی۔ یہودیوں کے معاملے میں خدا کی یہ سنت پوری ہو چکی ہے اور اب ہم مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔ خدا کو یہود سے کوئی ذاتی پُرخاش نہ تھی کہ وہ صرف انھی کو اس جرم کی سزا دیتا، اور ہمارے ساتھ اس کی کوئی رشتے داری نہیں کہ ہم اسی جرم کا ارتکاب کریں اور سزا سے بچ جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم حق کی شہادت دینے میں جتنی جتنی کوتاہی کرتے گئے ہیں، اور باطل کی شہادت ادا کرنے میں ہمارا قدم جس رفتار سے آگے بڑھا ہے، ٹھیک اس رفتار سے ہم گرتے چلے گئے ہیں۔ پچھلی ایک ہی صدی کے اندر مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک، ملک کے ملک ہمارے ہاتھ سے نکل گئے۔ مسلمان قومیں ایک ایک کر کے مغلوب اور محکوم ہوتی چلی گئیں۔ مسلمان کا نام فخر وعزّت کا نام نہ رہا، بلکہ ذلّت ومسکنت اور پس ماندگی کا نشان بن گیا۔ دنیا میں ہماری کوئی آبرو باقی نہ رہی۔ کہیں ہمارا قتلِ عام ہوا، کہیں ہم گھر سے بے گھر کیے گئے، کہیں ہم کو سوء العذاب [سخت عذاب] کا مزہ چکھایا گیا اور کہیں ہم کو چاکری اور خدمت گاری کے لیے زندہ رکھا گیا۔ جہاں مسلمانوں کی اپنی حکومتیں باقی رہ گئیں، وہاں بھی انھوں نے شکستوں پر شکستیں کھائیں، اور آج ان کا حال یہ ہے کہ بیرونی طاقتوں کے خوف سے لرز رہے ہیں۔ حالانکہ، اگر وہ اسلام کی قولی وعملی شہادت دینے والے ہوتے تو کفر کے علم بردار اُن کے خوف سے کانپ رہے ہوتے۔

دُور کیوں جایئے، خود اپنی حالت دیکھ لیجیے۔ ادائے شہادت میں جو کوتاہی آپ نے کی، بلکہ اُلٹی خلافِ حق شہادت جو آپ اپنے قول وعمل سے دیتے رہے، اسی کا تو نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا ملک آپ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ پہلے مرہٹوں اور سکّھوں کے ہاتھوں آپ پامال ہوئے۔ پھر انگریز کی غلامی آپ کو نصیب ہوئی، اور اب پچھلی پامالیوں سے بڑھ کر پامالیاں آپ کے سامنے آ رہی ہیں۔

آج آپ اس اندیشے سے کانپ رہے ہیں کہ کہیں ہندو اکثریت آپ کو اپنا محکوم نہ بنا لے☆، اور آپ وہ انجام نہ دیکھیں جو [یہاں کی] شودر قومیں دیکھ چکی ہیں۔ مگر خدارا مجھے بتایئے کہ اگر آپ اسلام کے سچے گواہ ہوتے تو یہاں کوئی اکثریت ایسی ہو سکتی تھی جس سے آپ کو کوئی خطرہ ہوتا؟ یا آج بھی اگر آپ قول اور عمل سے اسلام کی گواہی دینے والے بن جائیں تو کیا یہ اقلیت و اکثریت کا سوال چند سال کے اندر ہی ختم نہ ہو جائے؟

عرب میں ایک فی لاکھ کی اقلیّت کو نہایت متعصّب اور ظالم اکثریت نے دنیا سے نیست و نابود کر دینے کی ٹھانی تھی۔ مگر اسلام کی سچّی گواہی نے دس سال کے اندر اُسی اقلیت کو سو فی صدی اکثریت میں تبدیل کر دیا۔ پھر جب یہ اسلام کے گواہ عرب سے باہر نکلے تو پچیس سال کے اندر ترکستان سے لے کر مراکش تک قومیں کی قومیں ان کی شہادت پر ایمان لاتی چلی گئیں۔ جہاں سو فی صدی مجوسی، بُت پرست اور عیسائی رہتے تھے، وہاں سو فی صدی مسلمان بسنے لگے۔

کوئی ہٹ دھرمی، کوئی قومی عصبیت اور کوئی مذہبی تنگ نظری اتنی سخت ثابت نہ ہوئی

کہ حق کی زندہ اور سچی شہادت کے آگے قدم جما سکتی۔ اب آپ اگر پامال ہو رہے ہیں اور اپنے آپ کو اس سے شدید پامالی کے خطرے میں مبتلا پاتے ہیں، تو یہ کتمانِ حق [حق کو چھپانے] اور شہادتِ زُور [جھوٹ] کی سزا کے سوا اور کیا ہے۔

آخرت کی پکڑ

یہ تو اس جرم کی وہ سزا ہے جو آپ کو دُنیا میں مل رہی ہے۔ آخرت میں اس سے سخت تر سزا کا اندیشہ ہے۔ جب تک آپ حق کے گواہ ہونے کی حیثیت سے اپنا فرض انجام نہیں دیتے، اُس وقت تک دُنیا میں جو گمراہی بھی پھیلے گی، جو ظلم و فساد اور طُغیان بھی برپا ہوگا، جو بداخلاقیاں اور بدکرداریاں بھی رواج پائیں گی، ان کی ذمّے داری سے آپ بری نہیں ہو سکتے۔ آپ اگر ان برائیوں کے پیدا کرنے کے ذمّے دار نہیں ہیں تو ان کی پیدایش کے اسباب باقی رکھنے اور انھیں پھیلنے کی اجازت دینے کے ذمہ دار ضرور ہیں۔

مسائل کا حل

آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں کرنا کیا چاہیے تھا اور ہم کر کیا رہے ہیں؟ اور یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کا خمیازہ کیا بھگت رہے ہیں؟ اس پہلو سے اگر آپ حقیقتِ معاملہ پر نگاہ ڈالیں گے، تو یہ بات خود ہی آپ پر کھل جائے گی کہ مسلمانوں نے جن مسائل کو اپنی قومی زندگی کے اصل مسائل سمجھ رکھا ہے اور جنھیں حل کرنے کے لیے، وہ کچھ اپنے ذہن سے گھڑی ہوئی اور زیادہ تر دوسروں سے سیکھی ہوئی تدبیروں پر اپنا

ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ فی الواقع ان میں سے کوئی بھی اُن کا اصل مسئلہ نہیں ہے، اور اس کے حل کی تدبیر میں وقت، قوت اور مال کا یہ سارا صرفہ محض ایک زیاں کاری ہے۔

یہ سوالات کہ...... ایک محکوم قوم کسی غالب قوم کے تسلّط سے کس طرح آزاد ہو؟ اور ایک کم زور قوم کسی طاقت ور قوم کی دَست بُرد سے اپنے آپ کو کس طرح بچائے؟، اور ایک پس ماندہ قوم وہ ترقی وخوش حالی اور طاقت کیسے حاصل کرے جو دنیا کی زور آور قوموں کو حاصل ہے؟ یہ اور ایسے ہی دوسرے مسائل غیر مسلموں کے لیے تو ضرور اہم ترین مسائل ہو سکتے ہیں اور ان کی تمام توجہات اور کوششوں کے مرکز ومحور بھی قرار پا سکتے ہیں۔ مگر ہم مسلمانوں کے لیے یہ بجائے خود مستقل مسائل نہیں ہیں، بلکہ محض اُس غفلت کے شاخسانے ہیں جو ہم اپنے اصل کام سے برتتے رہے ہیں اور آج تک برتتے جارہے ہیں۔ اگر ہم نے وہ کام کیا ہوتا تو آج اتنے بہت سے پیچیدہ اور پریشان کُن مسائل کا یہ جنگل ہمارے لیے پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور اگر اب بھی اس جنگل کو کاٹنے میں اپنی قوتیں صرف کرنے کے بجائے ہم اس کام پر اپنی ساری توجہ اور سعی مبذول کر دیں، تو دیکھتے دیکھتے نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ساری دنیا کے لیے پریشان کن مسائل کا یہ جنگل خود بخود صاف ہو جائے۔ کیونکہ دنیا کی صفائی و اصلاح کے ذمہ دار ہم تھے۔ ہم نے اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا چھوڑا تو دنیا خاردار جنگلوں سے بھر گئی اور ان کا سب سے زیادہ پرخار حصّہ ہمارے نصیب میں لکھا گیا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا اور سیاسی رہنما اس معاملے کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور ہر جگہ [مسلمانوں] کو یہی باور کرائے جارہے ہیں کہ تمھارے اصل مسائل تحفظِ قوم اور مادّی ترقی کے مسائل ہیں۔ نیز یہ حضرات ان مسائل کے حل کی تدبیریں بھی مسلمانوں کو

وہی کچھ بتا رہے ہیں جو انھوں نے غیر مسلموں سے سیکھی ہیں۔ لیکن میں جتنا خدا کی ہستی پر یقین رکھتا ہوں، اتنا ہی مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ یہ آپ کی بالکل غلط رہنمائی کی جارہی ہے اوران راہوں پر چل کر آپ کبھی اپنی فلاح کی منزل کو نہ پہنچ سکیں گے۔

اصل مسئلہ

میں آپ کا سخت بدخواہ ہوں گا اگر لاگ لپیٹ کے بغیر آپ کو صاف نہ بتا دوں کہ آپ کی زندگی کا اصل مسئلہ کیا ہے۔ میرے علم میں آپ کا حال اوراپ کا مستقبل معلق ہے اِس سوال پر، کہ آپ اُس ہدایت کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں جو آپ کو خدا کے رسولؐ کی معرفت پہنچی ہے، جس کی نسبت سے آپ کو مسلمان کہا جاتا ہے، اور جس کے تعلق سے اٗپ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں بہر حال دنیا میں اسلام کے نمایندے قرار پاتے ہیں۔

اگر آپ اُس کی صحیح پیروی کریں اور اپنے قول اور عمل سے اُس کی سچی شہادت دیں، اور آپ کے اجتماعی کردار میں پورے اسلام کا ٹھیک ٹھیک مظاہرہ ہونے لگے تو آپ دنیا میں سربلند اور آخرت میں سُرخ رو ہو کر رہیں گے۔ خوف اور حزن، ذلّت اور مسکنت، مغلوبی اور محکومی کے یہ سیاہ بادل جو آپ پر چھائے ہوئے ہیں چند سال کے اندر چَھٹ جائیں گے۔ آپ کی دعوتِ حق اور سیرتِ صالحہ دلوں کو اور دماغوں کو مسخّر کرتی چلی جائے گی۔ آپ کی ساکھ اور دھاک دنیا پر بیٹھتی چلی جائے گی۔ انصاف کی امیدیں آپ سے وابستہ کی جائیں گی۔ بھروسا آپ کی امانت و دیانت پر کیا جائے گا۔ سند آپ کے قول کی لائی جائے گی۔ بھلائی کی توقعات آپ سے باندھی جائیں گی۔ آئمہ کفر کی کوئی ساکھ آپ کے مقابلے

میں باقی نہ رہ جائے گی۔ان کے تمام فلسفے اور سیاسی و معاشی نظریے آپ کی سچائی اور راست روی کے مقابلے میں جھوٹے ملمع ثابت ہوں گے۔

جو طاقتیں آج ان کے کیمپ میں نظر آ رہی ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کے کیمپ میں آتی چلی جائیں گی۔حتیٰ کہ ایک وقت وہ آئے گا جب کمیونزم خود ماسکو میں اپنے بچاؤ کے لیے پریشان ہوگا۔سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی خود واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے تحفظ کے لیے لرزہ براندام ہوگی۔مادّہ پرستانہ الحاد خود لندن اور پیرس کی یونی ورسٹیوں میں جگہ پانے سے عاجز ہوگا۔نسل پرستی اور قوم پرستی خود برہمنوں اور [اسرائیلیوں] میں اپنے معتقد نہ پا سکے گی، اور یہ آج کا دَور صرف تاریخ میں ایک داستانِ عبرت کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا کہ اسلام جیسی عالم گیر و جہاں کشا طاقت کے نام لیوا کبھی اتنے بے وقوف ہو گئے تھے کہ عصائے موسیٰ بغل میں تھا اور لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ دیکھ کانپ رہے تھے۔

یہ مستقبل تو آپ کا اس صورت میں ہے، جب کہ آپ اسلام کے مخلص پَیرو اور سچے گواہ ہوں۔لیکن اس کے برعکس اگر آپ کا رویّہ یہی رہا کہ خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت پر بار بنے بیٹھے ہیں، نہ خود اس سے مستفید ہوتے ہیں نہ دوسروں کو اس کا فائدہ پہنچنے دیتے ہیں۔اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر نمایندے تو اسلام کے بنے ہوئے ہیں، مگر اپنے مجموعی قول و عمل سے شہادت زیادہ تر جاہلیت، شرک، دنیا پرستی اور اخلاقی بے قیدی کی دے رہے ہیں۔خدا کی کتاب طاق پر رکھی ہے اور رہنمائی کے لیے ہر امامِ کفر اور ہر منبعِ ضلالت کی

طرف رجوع کیا جارہا ہے۔ دعویٰ خدا کی بندگی کا ہے اور بندگی ہر طاغوت کی' کی جارہی ہے۔ دوستی اور دشمنی، نفس کے لیے ہے اور فریق دونوں صورتوں میں اسلام کو بنایا جارہا ہے۔ اس طرح اپنی زندگی کو بھی اسلام کی برکتوں سے محروم کررکھا ہے اور دنیا کو بھی اس کی طرف راغب کرنے کے بجائے اُلٹا متنفر کررہے ہیں۔ اس صورت میں نہ آپ کی دنیا ہی درست ہوسکتی ہے اور نہ آخرت۔ اس کا انجام تو سنت اللہ کے مطابق وہی کچھ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور بعید نہیں کہ مستقبل اس حال سے بھی بدتر ہو۔

اسلام کا لیبل اتار کر کُھلّم کھُلاّ کفر اختیار کرلیجیے تو کم از کم آپ کی دنیا تو ویسی ہی بن جائے گی جیسی امریکا، روس اور برطانیہ کی بنی ہوئی ہے۔ لیکن 'مسلمان' ہوکر 'نامسلمان' بنے رہنا اور خدا کے دین کی جھوٹی نمائندگی کرکے دنیا کے لیے بھی ہدایت کا دروازہ بند کردینا، وہ جرم ہے جو آپ کو دنیا میں بھی پنپنے نہ دے گا۔ اس جرم کی سزا قرآن پاک میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے ٹلنے کی صورت صرف یہی ہے کہ اِس جُرم سے باز آجایئے۔

ہمارا مقصد

ہم ان سب لوگوں کو، جو اسلام کو اپنا دین مانتے ہیں، یہ دعوت دیتے ہیں کہ: وہ اِس دین کو واقعی اپنا دین بنائیں۔ اس کو انفرادی طور پر ہر ہر مسلمان اپنی ذاتی زندگی میں بھی قائم کرے اور اجتماعی طور پر پوری قوم اپنی قومی زندگی میں بھی نافذ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے گھروں میں، اپنے خاندان میں، اپنی سوسائٹی میں، اپنی تعلیم گاہوں میں، اپنے ادب اور صحافت میں، اپنے کاروبار اور معاشی معاملات

میں، اپنی انجمنوں اور قومی اداروں میں، اور بحیثیتِ مجموعی اپنی قومی پالیسی میں عملاً اسے قائم کریں اور اپنے قول اور عمل سے دنیا کے سامنے اُس کی سچی گواہی دیں۔

ہم اُن سے کہتے ہیں کہ: مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمھاری زندگی کا اصل مقصد 'اقامتِ دین' اور 'شہادتِ حق' ہے۔ اس لیے تمھاری تمام سعی و عمل کا مرکز و محور اِسی چیز کو ہونا چاہیے۔ ہر اُس بات اور کام سے دست کش ہو جاؤ جو اس کی ضد ہو اور جس سے اسلام کی غلط نمایندگی ہوتی ہو۔ اسلام کو سامنے رکھ کر اپنے پورے قولی اور عملی رویّے پر نظرِ ثانی کرو اور اپنی تمام کوششیں اس راہ میں لگا دو کہ دین پُورا کا پُورا عملاً قائم ہو جائے، اس کی شہادت تمام ممکن طریقوں سے ٹھیک ٹھیک ادا کر دی جائے، اور اس کی طرف دنیا کو ایسی دعوت دی جائے جو اتمامِ حجّت کے لیے کافی ہو۔

ہمارا طریقۂ کار

یہی جماعتِ اسلامی کے قیام کی واحد غرض ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لیے جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہیں اور انھیں صاف صاف بتاتے ہیں کہ اسلام کیا ہے، اُس کے تقاضے کیا ہیں، مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں، اور مسلمان ہونے کے ساتھ کیا ذمّہ داریاں [آپ پر] عائد ہوتی ہیں؟

اس چیز کو جو لوگ سمجھ لیتے ہیں، ان کو پھر ہم یہ بتاتے ہیں کہ اسلام کے سب تقاضے انفرادی طور پر پورے نہیں کیے جاسکتے۔ اِس کے لیے اجتماعی سعی [کوشش] ضروری ہے۔

دین کا ایک بہت ہی قلیل حصہ انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو تم نے قائم کر بھی لیا تو نہ پورا دین ہی قائم ہوگا اور نہ اس کی شہادت ہی ادا ہو سکے گی۔ بلکہ جب اجتماعی زندگی پر نظامِ کفر مسلّط ہو تو خود انفرادی زندگی کے بھی بیش تر حصّوں میں دین قائم نہ کیا جا سکے گا اور اجتماعی نظام کی گرفت روز بروز اس انفرادی اسلام کی حدود کو گھٹاتی چلی جائے گی۔ اس لیے پورے دین کو قائم کرنے اور اس کی صحیح شہادت ادا کرنے کے لیے قطعاً ناگزیر ہے کہ تمام ایسے لوگ جو مسلمان ہونے کی ذمہ داریوں کا شعور اور انھیں ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں، متحد ہو جائیں اور منظّم طریقے سے دین کو عملاً قائم کرنے اور دنیا کو اس کی طرف دعوت دینے کی کوشش کریں اور ان مزاحمتوں کو راستے سے ہٹائیں جو اقامتِ دین و دعوتِ دین کی راہ میں حائل ہوں۔

نظمِ جماعت

یہی وجہ ہے کہ دین میں جماعت [تنظیم] کو لازم قرار دیا گیا ہے، اور اقامتِ دین اور دعوتِ دین کی جدوجہد کے لیے ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پہلے ایک نظمِ جماعت ہو، پھر خدا کی راہ میں سعی و جہد کی جائے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کے بغیر زندگی کو جاہلیّت کی زندگی اور جماعت سے علیحدہ ہو کر رہنے کو اسلام سے علیحدگی کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔

کام کے تین راستے

جو لوگ اس بات کو بھی سمجھ لیتے ہیں اور اس فہم سے ان کے اندر مسلمان ہونے کی

ذمہ داری کا احساس اس حد تک قوی ہو جاتا ہے کہ اپنے دین کی خاطر اپنی انفرادیت اور خود پرستی کو قربان کر کے جماعتی نظم کی پابندی قبول کر لیں، ان سے ہم کہتے ہیں کہ اب تمھارے سامنے تین راستے ہیں اور تمہیں پوری آزادی ہے کہ ان میں سے جس کو چاہو اختیار کرو:

- اگر تمھارا دل گواہی دے کہ ہماری دعوت، عقیدہ، نصب العین، نظامِ جماعت اور طریق کار سب کچھ خالص اسلامی ہے اور ہم وہی کام کرنے اٹھے ہیں جو قرآن وحدیث کی رو سے امّتِ مسلمہ کا اصل کام ہے تو ہمارے ساتھ آ جاؤ۔

- اگر کسی وجہ سے تمھیں ہم پر اطمینان نہ ہو اور کوئی دوسری جماعت تم کو ایسی نظر آتی ہو جو خالص اسلامی نصب العین کے لیے اسلامی طریق پر کام کر رہی ہو تو اس میں شامل ہو جاؤ۔ ہم خود بھی ایسی جماعت پاتے تو اسی میں شامل ہو جاتے، کیونکہ ہمیں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چننے کا شوق نہیں ہے۔

- اور اگر تم کو نہ ہم پر اطمینان ہے، نہ کسی دوسری جماعت پر، تم پھر تمھیں اپنے فرضِ اسلامی کو ادا کرنے کے لیے خود اٹھنا چاہیے اور اسلامی طریق پر ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جس کا مقصد پورے دین کو قائم کرنا اور قول و عمل سے اس کی شہادت دینا ہو۔

ان تینوں صورتوں میں سے جو صورت بھی تم اختیار کرو گے ان شاءاللہ حق پر ہو گے۔ ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ بسلامتی ہوش وحواس ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صرف ہماری ہی جماعت حق پر ہے اور جو ہماری جماعت میں نہیں ہے وہ باطل پر ہے۔ ہم نے کبھی لوگوں کو اپنی جماعت کی طرف دعوت نہیں دی ہے۔ ہماری دعوت تو صرف اُس فرض کی طرف ہے جو

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر اور آپ پر یکساں عائد ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کو ادا کر رہے ہیں، برحق ہیں۔ خواہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں یا نہ کریں۔ البتہ یہ بات کسی طرح درست نہیں ہے کہ آپ نہ خود اٹھیں، نہ کسی اٹھنے والے کا ساتھ دیں، اور طرح طرح کے حیلے بہانے کر کے اقامتِ دین اور **شہادت علی الناس** کے فریضے سے جی چُرائیں، یا اُن کاموں میں اپنی قوتیں خرچ کریں جن سے دین کے بجائے کوئی دوسرا نظام قائم ہوتا ہو اور اسلام کے بجائے کسی اور چیز کی گواہی آپ کے قول وعمل سے ملے۔ معاملہ دنیا اور اس کے لوگوں سے ہوتا تو حیلوں اور بہانوں سے کام چل سکتا تھا، مگر یہاں تو اس خدا کے ساتھ معاملہ ہے جو علیمٌ **بذات الصدور** ہے۔ اُسے کسی چال بازی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔

آغازِ کار میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ جگہ جگہ مختلف جماعتیں اس مقصد کے لیے بنیں اور اپنے اپنے طور پر کام کریں۔ یہ سب جماعتیں بالآخر ایک ہو جائیں گی، اگر نفسانیت اور افراط وتفریط سے پاک ہوں، اور خلوص کے ساتھ اصل اسلامی مقصد کے لیے اسلامی طریق پر کام کریں۔ حق کی راہ میں چلنے والے زیادہ دیر تک الگ نہیں رہ سکتے۔ حق ان کو جمع کر کے ہی رہتا ہے، کیونکہ حق کی فطرت ہی جمع وتالیف اور وحدت و یگانگت کی متقاضی ہے۔ تفرقہ صرف اُس صورت میں رُونما ہوتا ہے جب حق کے ساتھ کچھ نہ کچھ باطل کی آمیزش ہو یا اوپر حق کی نمائش ہو اور اندر باطل کام کر رہا ہو۔

ہمارا مطالبہ

جو لوگ ہماری جماعت کو پسند کر کے اس میں داخل ہوتے ہیں، ان سے ہمارا مطالبہ

اُس مطالبے کے سوا [کچھ] نہیں ہے جو اسلام نے ہر مسلمان سے کیا ہے۔ ہم نہ تو اسلام کے اصل مطالبے پر ذرّہ برابر کسی چیز کا اضافہ کرتے ہیں اور نہ اس میں سے کوئی چیز گھٹاتے ہیں۔

ہم ہر شخص کے سامنے پورے اسلام کو بے کم و کاست پیش کر دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس دین کو جان بوجھ کر شعور کے ساتھ قبول کرو۔ اس کے تقاضوں کو سمجھ کر ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔ اپنے خیالات اور اقوال و اعمال میں سے ہر اُس چیز کو خارج کر دو جو دین کے احکام اور اس کی روح کے خلاف ہو اور اپنی پُوری زندگی سے اسلام کی شہادت دو۔ بس یہی ہمارے ہاں داخلے کی فیس ہے اور یہی ہمارے قواعدِ رکنیت ہیں۔ ہمارا دستور، ہمارا نظامِ جماعت اور وہ چیز جس کی طرف ہم دعوت دیتے ہیں، سب کے سامنے عیاں ہے۔ اُس کا جائزہ لے کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہم نے اصل اسلام میں، اُس اسلام میں جو قرآن اور سنّت پر مبنی ہے، نہ کوئی کمی کی ہے نہ بیشی۔ ہم ہر وقت تیار ہیں کہ ہماری جس چیز کے متعلق بھی کوئی ثابت کر دے گا کہ وہ قرآن و سنّت کی تعلیم پر اضافہ ہے، اسے ہم اپنے ہاں سے خارج کر دیں گے اور جس چیز کے متعلق بھی بتا دے گا کہ وہ اس تعلیم میں ہے، [لیکن] ہمارے ہاں نہیں ہے، اُسے ہم بلا تامّل اختیار کر لیں گے۔ کیونکہ ہم تو اٹھے ہی پورے دین کی بے کم و کاست اقامت اور شہادت کے لیے ہیں۔

مطلوب کام

جہاں تک 'قولی شہادت' کا تعلق ہے، ہم اپنے ارکان کو ایسی تربیت دے رہے ہیں جس سے وہ اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق زبان اور قلم سے اسلام کی زیادہ سے زیادہ

معقول شہادت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ہم ایسے ادارے بھی قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جو منظم طریقے سے علم و ادب کے ہر شعبے میں زندگی کے جملہ مسائل کے متعلق اسلامی تعلیمات کی حقانیت کو دُنیا پر واضح کریں اور اس مقصد کے لیے نشر و اشاعت کے تمام ممکن ذرائع سے کام لیں۔

رہی 'عملی شہادت' تو اس بارے میں ہماری کوشش یہ ہے، کہ اول تو ایک ایک شخص اسلام کا زندہ گواہ ہو، پھر ان افراد سے ایک ایسی منظم سوسائٹی نشو ونما پائے جس کے اندر اسلام اپنی اصل اسپرٹ میں کام کرتا ہوا دیکھا جا سکتا ہو، اور بالآخر یہ سوسائٹی اپنی جدوجہد سے نظامِ باطل کے غلبے کو مٹا کر وہ نظامِ حق قائم کرے جو دنیا میں اسلام کی مکمل نمایندگی کرنے والا ہو۔

بس یہ ہے ہمارا مقصد اور یہ ہے ہمارا پروگرام۔ ہم صرف اصل اسلام اور بے کم و کاست پورے اسلام کو لے کر اٹھے ہیں۔ مسلمانوں کو ہماری دعوت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آؤ، ہم سب مل کر اس کو عملاً قائم کریں اور دنیا کے سامنے اس کی شہادت دیں۔

- اجتہادی مسائل میں ہم تمام اُن مذاہب و مسائل کو برحق تسلیم کرتے ہیں جن کے لیے قواعد شریعت میں گنجایش ہے۔ ہر ایک کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ ان مذاہب و مسالک میں سے جس کا جس پر اطمینان ہو وہ اپنی حد تک اس پر عمل کرے۔ کسی خاص اجتہادی مسلک کی بنیاد پر گروہ بندی کو ہم جائز نہیں رکھتے۔

- اپنی جماعت کے بارے میں بھی ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حق صرف ہماری جماعت

میں دائر و منحصر ہے۔ ہم کو اپنے فرض کا احساس ہوا، اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو آپ کا فرض یاد دلا رہے ہیں۔ اب یہ آپ کی خوشی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہوں، یا خود اٹھیں اور اپنا فرض ادا کریں، یا جو بھی آپ کو یہ فرض ادا کرتا نظر آئے اس کے ساتھ مل جائیں۔

- ہماری یہ تحریک کسی شخصیّت کے بَل پر نہیں اٹھی ہے، کہ جس کے لیے کسی خاص منصب کا دعویٰ کیا گیا ہو، جس کی کرامتوں اور الہامات اور تقدس کی داستانوں کا اشتہار دیا جاتا ہو، جس کی ذاتی عقیدت پر جماعت کی بنیاد رکھی گئی ہو، اور جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاتی ہو۔ دعووں اور خوابوں اور کشوف و کرامات اور شخصی تقدس کے تذکروں سے ہماری تحریک بالکل پاک ہے۔
- یہاں دعوت کسی شخص یا اشخاص کی طرف نہیں ہے، بلکہ اس مقصد کی طرف ہے جو قرآن کی رُو سے ہر مسلمان کا مقصدِ زندگی ہے اور ان اصولوں کی طرف ہے جن کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ جو لوگ بھی اس مقصد کے لیے اُن اصولوں پر ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیں، وہ مساوی حیثیت سے ہماری جماعت کے رکن بنتے ہیں۔

اب خدارا مجھے بتایئے کہ جب ہم اس طریقے پر کام کر رہے ہیں تو آخر ہماری اس تحریک سے امت میں ایک نیا فرقہ کیسے بن جائے گا؟

عجیب تر بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے دامن خود اُن غلطیوں سے آلودہ ہیں جن کی وجہ سے فرقہ بندی کا فتنہ رُونما ہوا ہے۔ جن کے ہاں خوابوں اور کشفوں اور کرامتوں کے چرچے

ہیں۔جن کے ہاں سارا کام کسی ''حضرت'' کی شخصی عقیدت کے بل پر چل رہا ہے۔جن کے ہاں کسی شخصیت کے لیے کسی مخصوص منصب کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔جن کے ہاں فروعی مسائل پر جھگڑے اور مناظرے ہوتے ہیں اور اجتہادی مسالک پر دھڑے بندیاں کی جاتی ہیں، وہی ہم کو الزام دینے میں پیش پیش ہیں۔اگر کوئی بُرا نہ مانے تو میں صاف کہوں کہ ہمارا اصل قصور جس پر یہ حضرات بگڑے ہوئے ہیں، وہ نہیں ہے جو یہ زبانوں سے کہتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہم نے دین کے اس اصلی کام کی طرف دعوت دی جو ان کے نفس کو مرغوب نہیں ہے، اور اس کام کے لیے وہ صحیح طریقہ اختیار کیا جس سے ان کے طریقوں کی غلطیاں بے نقاب ہونے لگیں۔

تاہم، میں عرض کروں گا کہ جماعت سازی کا یہ قصور ہم نے مجبوراً کیا ہے نہ کہ شوقیہ۔ سب کو معلوم ہے کہ اس جماعت کی تشکیل سے پہلے میں برسوں اکیلا پکارتا رہا ہوں کہ، مسلمانو! یہ تم کن راہوں میں اپنی قوتیں اور کوششیں صرف کر رہے ہو، تمھارے کرنے کا اصل کام تو یہ ہے کہ، اس پر اپنی تمام مساعی مرکوز کرو۔یہ دعوت اگر سب مسلمان قبول کر لیتے تو کہنا ہی کیا تھا، مسلمانوں میں ایک جماعت بننے کے بجائے مسلمانوں کی ایک جماعت بنتی۔یہ بھی نہیں تو مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں سے کوئی ایک ہی اسے مان لیتی تب بھی ہم راضی تھے، اسی میں بخوشی شامل ہو جاتے۔مگر جب پکار پکار کر ہم تھک گئے اور کسی نے سُن کر نہ دیا، تب ہم نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا' کہ وہ سب لوگ جو اس کام کو حق اور فرض سمجھ چکے ہیں خود ہی مجتمع ہوں، اور اس کے لیے اجتماعی سعی کریں۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ نہیں تو ہمیں اور کیا کرنا چاہیے تھا؟ تم کو اگر اس کام کے فرض

ہونے سے انکار ہے تو دلیلِ انکار ارشاد ہو۔ اگر انکار نہیں تو بتاؤ کیا اب تمھارے ہاں نوبت یہ آ گئی کہ جو فرض کو پہچانے اور اسے ادا کرنے کے لیے اُٹھے وہی اُلٹا قصور وار قرار پائے؟

اسلام کا مزاج

اسلام کے پورے نظام پر نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ دین مسلمانوں کے ہر اجتماعی کام میں نظم چاہتا ہے اور اس نظم کی صحیح صورت یہ تجویز کرتا ہے کہ کام جماعت بن کر کیا جائے۔ جماعت میں سمع و طاعت ہو اور ایک شخص اس کا امیر ہو۔ نماز پڑھی جائے تو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک اس کا امام ہونا چاہیے۔ حج کیا جائے تو منظّم طریق پر کیا جائے، اور ایک اس کا امیر ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ تین آدمی اگر سفر کو نکلیں تب بھی ان کو منظّم طریقے سے سفر کرنا چاہیے اور اپنے ایک ساتھی کو امیر بنالینا چاہیے۔

اِذَا خَرَجَ ثَلٰثَةٌ فِیۡ سَفَرٍ فَلْیُؤمِّرُوْا عَلَیۡہِمۡ اَحَدَھُمۡ. (ابو داؤد)

اسلامی شریعت کی یہی وہ روح ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت نہیں اور اطاعت کے بغیر امارت نہیں۔ [تدوین : س م خ]

شہادت حق

کونوا انصار اللّٰہ

اللہ کے مددگار بنو!

اللہ کے مددگار' کیا معنی؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تذکیر و تعلیم اور تفہیم و تلقین کے ذریعے راہِ راست دکھاتا ہے

—— جو شخص اسے برضا و رغبت قبول کر لے' وہ مومن ہے۔

—— جو عملاً مطیع فرمان بن جائے' وہ مسلم اور عابد ہے۔

—— جو خدا ترسی کا رویہ اختیار کر لے' وہ متقی ہے۔

—— جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے لگے' وہ محسن ہے۔

جو اس تذکیر و تعلیم کے ذریعے بندگانِ خدا کی اصلاح کے لیے' اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لیے کام کرے

اسے اللہ تعالیٰ خود اپنا مددگار قرار دیتا ہے۔ پس

کونوا انصار اللّٰہ' اللہ کے مددگار بنو!

(تفہیم القرآن' ج ۵' ص ۴۸۰)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قلم سے

عصر حاضر کے اہم ترین سیاسی واجتماعی ومعاشی مسائل اور اسلامی ریاست

اسلام کے عدل اجتماعی اور منصفانہ معیشت کی وضاحت

اسلام کے نظریہ سیاست پر مستند بحث

اسلام کے ریاستی نظام کی حقیقی تصویر

اسلام کے علم قانون و آئین کا خزینہ

اسلامی ریاست

معاشیات اسلام

تحریک آزادی ہند اور مسلمان

قیمت: حصہ اول: ۱۴۰

اسلامک پبلی کیشنز

۱۳- کورٹ سٹریٹ، لوئر مال، لاہور- فون: ۷۲۴۸۶۷۶